# منتظمین جلسہ سالانہ کو ہدایات

(فرمودہ ۲ جنوری ۱۹۳۶ء)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

# منتظمین جلسہ سالانہ کو ہدایات اور کارکنان کا شکریہ[1]

(تقریر فرمودہ ۲ جنوری ۱۹۳۶ء بمقام قادیان[2])

تشہّد ، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

ہمارے ملک کے لوگوں کی کوتاہیوں میں سے ایک بہت بڑی کوتاہی یہ ہے کہ ہمارے ہاں کسی چیز کا کوئی معیار مقرر نہیں۔ کوئی چیز کسی جگہ سے طلب کی جائے ایک دفعہ تو اچھی مل جائے گی لیکن دوسری دفعہ اسی قسم کی نہیں مل سکے گی۔ ایک ہی دُکان سے دو دفعہ سَودا خریدیں تو وہ کبھی ایک جیسا نہیں ملے گا بلکہ کبھی کسی قسم کا ہوگا اور کبھی کسی قسم کا۔ کوئی معیار کے نہ ہونے کی وجہ سے ہمارے ملک کی چیزوں کی قیمت بہت کم پڑتی ہے کیونکہ تاجر کہتے ہیں یہاں سے جو چیز آئے گی ہم نہیں کہہ سکتے وہ معیار کے مطابق ہوگی یا نہیں۔ اس کے مقابلہ میں دیگر ممالک کی اشیاء لوگ مقررہ قیمت پر لینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں لیکن ہندوستان کی اشیاء مقررہ قیمتوں پر لینے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔

آج اس جلسہ کے موقع پر یہ نئی بات معلوم ہوئی ہے کہ ہمارے ملک کی گھڑیاں بھی غیر معیاری ہیں۔ چنانچہ پروگرام میں تو یہ لکھا ہوا تھا کہ ناظم اصحاب پانچ پانچ منٹ رپورٹ سنانے کیلئے لیں گے لیکن ان میں سے ہر ایک کا وقت دو منٹ سے لے کر پندرہ سولہ منٹ تک پھیلتا چلا گیا۔ یعنی کہیں تو سُکڑ گیا ہے اور کہیں پھیل گیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں ایسے موقع پر یا تو جیسے مختلف مجالس میں قاعدہ ہوتا ہے صفحے مقرر کر دیئے جائیں اور کہہ دیا جائے کہ ہر شخص مضمون کے اتنے صفحے پڑھ سکتا ہے، اس سے زیادہ نہیں۔ یا پھر پروگرام میں یہ لکھنے کی ضرورت نہ تھی کہ ہر شخص پانچ منٹ لے گا۔ کیونکہ میری طرف سے ایسی کوئی شرط نہ تھی کہ ہر شخص ضرور پانچ منٹ ہی لے اس سے زیادہ نہ لے۔

پس یا تو یہ لکھا نہ جاتا یا کوئی معیار مقرر کر دیا جاتا کیونکہ ہر شخص یہ نہیں جانتا کہ پانچ منٹ میں کتنا مضمون بیان ہوسکتا ہے۔ یہ غیر معیاری وقت بھی ایسا امر ہے جو بعض لوگوں کی طبائع پر گراں گزرتا ہے کیونکہ جس چیز کی انسان امید نہ رکھتا ہو جب وہ وقوع میں آئے تو طبیعت میں بے چینی پیدا ہوتی ہے۔

آواز تو میری بھی آج بیٹھی ہوئی ہے مگر بعض دوست شاید اس امید میں ہوں کہ پروگرام اب شروع ہوگا انہیں معلوم ہونا چاہئے کہ پروگرام شروع ہوکر ختم بھی ہوگیا ہے۔ گو تمام تقریریں سٹیج پر ہی رہ گئی ہیں اور لوگوں کے کانوں تک نہیں پہنچیں مگر بہر حال پروگرام ختم ہو چکا ہے۔

جو رپورٹیں اس وقت پڑھی گئی ہیں ان میں سے بعض کے متعلق میں نے کچھ باتیں نوٹ کی ہیں اور میں امید کرتا ہوں کہ آئندہ ان کے مطابق ہمارے کارکن کام کرنے کی کوشش کریں گے۔

رپورٹیں سن کر ایک خیال مجھے یہ پیدا ہوا ہے، گو یہ خیال پہلے بھی میرے دل میں پیدا ہوتا رہا ہے، مگر اب رپورٹیں سن کر خصوصیت سے خیال آیا ہے کہ ایام جلسہ سالانہ پر کھانا کھانے والوں کا مجموعی لحاظ سے بھی ٹوٹل ہونا چاہئے اور گزشتہ سال سے اس ٹوٹل کا مقابلہ کرنا چاہئے۔ مثلاً اب تک یہ طریق ہے کہ اندازہ لگایا جاتا ہے، ستائیس کی شام کو اتنے لوگوں نے کھانا کھایا اور سال ماسبق میں ستائیس کی شام کو کھانا کھانے والوں کی تعداد اتنی تھی۔ یہ طریق بھی اچھا ہے اور اسے جاری رکھنا چاہئے لیکن رپورٹ میں اس امر کا خصوصیت سے ذکر ہونا چاہئے کہ مثلاً ۲۲۔ دسمبر سے ۳۰۔ دسمبر تک یا جو تاریخیں مناسب سمجھی جائیں، ان تاریخوں میں کُل کھانا کھانے والوں کی تعداد اس قدر تھی اور گزشتہ سال اتنی تھی۔ اس کا فائدہ یہ ہوگا کہ مجموعی لحاظ سے بھی گزشتہ سال سے مقابلہ ہو جائے گا اور آنے والوں کے متعلق صحیح طور پر یہ اندازہ لگایا جا سکے گا کہ ان کی گزشتہ سالوں کے مقابلہ میں کیا نسبت تھی۔ کیونکہ ہوسکتا ہے ایک وقت یا ایک دن کے ٹوٹل میں گزشتہ سال کے اسی وقت یا اسی دن کے ٹوٹل کے مقابلہ میں کمی ہو۔ لیکن اگر سارے ایام کو ملا کر دیکھا جائے تو معلوم ہو کہ جلسہ سالانہ پر آنے والوں میں کمی نہیں ہوئی بلکہ زیادتی ہوئی ہے اور چونکہ اس طریق سے کام نہ لینے کے نتیجہ میں اندازہ میں غلطی ہوسکتی ہے، اس لئے ضروری ہے کہ آئندہ اس لحاظ سے بھی جلسہ سالانہ پر تمام کھانا کھانے والوں کا ٹوٹل کیا جائے۔ پھر اس سے یہ بھی پتہ لگتا رہے گا کہ قادیان میں زیادہ دیر رہنے کی دوستوں کو عادت

ہے یا جلدی چلے جانے کی۔ پس اس تجویز پر عمل کرنے سے کئی فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ ممکن ہے اک دن کھانا کھانے والوں کی تعداد بائیس ہزار ہو۔ اور دوسرے دن صبح کے وقت پندرہ ہزار اور شام کو دس ہزار رہ جائے اور چونکہ آدمیوں کی تعداد ان کے ایک حصہ کے واپس چلے جانے کی وجہ سے بدلتی رہتی ہے اس لئے صرف ایک دن کا گزشتہ سال کے ایک دن سے مقابلہ کر لینے سے تعداد کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا اور نہ کمی اور زیادتی کا صحیح علم ہوسکتا ہے کیونکہ ممکن ہے ایک سال کسی ایک دن لوگوں کی خاصی تعداد واپس چلی گئی ہو لیکن دوسرے سال اسی دن لوگ موجود رہے ہوں۔ اور چونکہ اس طرح کھانے کی پرچیوں سے اندازہ لگانے میں غلطی ہو جاتی ہے اس لئے ضروری ہے کہ جلسہ سالانہ کے شروع سے لے کر آخر تک تمام کھانا کھانے والوں کا ٹوٹل کیا جائے اور گزشتہ سالوں سے اس کا موازنہ کیا جائے تا صحیح اندازے کا علم ہوتا رہے۔ پھر اس سے جیسا کہ میں نے بتایا ہے یہ فائدہ بھی ہوگا کہ دوستوں کے قادیان میں زیادہ یا کم ٹھہرنے کے متعلق ہم اندازہ لگا سکیں گے۔

سٹور روم کے متعلق مدتوں سے تحریک ہو رہی ہے لیکن جہاں تک میں سمجھتا ہوں پہلے وقتوں میں جب اس تجویز پر غور کیا جاتا تو عام طور پر یہ سمجھا جاتا تھا کہ چیزوں کا سٹور کرنا ہمارے لئے مُضِر ہوگا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ہمارے لئے چیزوں کا سٹور کرنا مضر ہے یا نہیں لیکن جب مشورہ لیا جاتا تو بالعموم کہا جاتا کہ ہم چیزوں کی حفاظت نہیں کر سکیں گے اور اقتصادی طور پر ہمیں نقصان ہوگا کیونکہ چیزوں کا کچھ حصہ ضائع ہو جائے گا، کچھ سُسریاں کھا جائیں گی، کچھ چوہے خراب کر دیں گے اور اس طرح ہمارا سٹاک ضائع ہو جائے گا۔ لیکن میرے نزدیک اگر ماہرین فن سے اس کے متعلق باِلاستقلال مشورہ کر لیا جائے تو مفید ہوگا۔ کیونکہ پہلے مختلف امور کے ساتھ یہ امر زیر بحث رہا ہے۔ لیکن اگر اسے ایک مستقل مضمون کی صورت میں اپنے سامنے رکھ کر دوسرے لوگوں سے جو غلہ وغیرہ کے تاجر ہیں، مشورہ کر لیا جائے اور ان کے مشورہ کے بعد سٹور روم بنا لیا جائے تو جس طرح دوسری چیزوں میں خرچ کی کفایت ہمارے مدنظر رہتی ہے، اس طرح اگر اس خرچ میں بھی کمی آ جائے تو میں سمجھتا ہوں یہ ہمارے لئے فائدہ کا موجب ہوگا۔

عورتوں کے جلسہ کے متعلق ناظر صاحب دعوۃ وتبلیغ نے شکایت کی ہے کہ ان کے جلسہ میں بہت شور تھا اور انہوں نے کسی تقریر کو سکون کے ساتھ نہیں سنا۔ لیکن میرے نزدیک اس کی وجہ یہ

ہے کہ عورتوں میں تقریر کرنے والے عام طور پر اونچی آواز والے مقرر نہیں کئے جاتے۔ دوسرے ان کا پروگرام کبھی بھی صحیح طریق پر نہیں بنایا جاتا اور بار بار توجہ دلانے کے باوجود اس کا انتظام نہیں کیا جاتا۔ مثلاً میں نے دیکھا ہے اس سال عورتوں کے جلسہ کیلئے جو پروگرام مقرر تھا، اس میں تقریروں کیلئے جو عنوان رکھے گئے تھے ان میں سے اسّی فیصدی ایسے تھے جو قطعاً نامناسب تھے۔ پھر وہ عنوان اس قدر مشکل تھے کہ ایک عام آدمی کیلئے فارسی کا سمجھنا آسان ہے لیکن ان عنوانوں کی اردو وہ نہیں سمجھ سکتا۔ دو عنوانوں کے متعلق تو میں نے بھی معذوری ظاہر کر کے ناظر صاحب دعوت وتبلیغ سے دریافت کیا تھا کہ ان کا کیا مطلب ہے۔ اور جب میرے ذہن میں ان کا کوئی مفہوم نہیں آ سکتا تھا تو میں نہیں سمجھ سکتا عورتوں کے ذہن میں ان عنوانوں کے متعلق تقریریں سن کر کیا آیا ہوگا۔ پھر یہ بھی مدنظر نہیں رکھا جاتا کہ تقریر کرنے والا عورتوں میں تقریر کرنے کے مناسب بھی ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ ایک بڑا نقص یہ ہے کہ مروجہ طریق کے مطابق یونہی لکھ دیا جاتا ہے، فلاں کی تقریر ایک گھنٹہ ہوگی۔ حالانکہ تقریر کرنے والی ایک لڑکی ہوتی ہے اور نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ پندرہ منٹ تقریر کرنے کے بعد بیٹھ جاتی ہے۔ اور ۴۵ منٹ عورتوں کو شور مچانے کیلئے دیئے جاتے ہیں۔ اگر مردوں میں بھی ایک شخص کی تقریر کے بعد ۴۵ منٹ کا وقفہ دے دیا جائے اور وہاں شور نہ ہو تو پھر عورتوں پر الزام عائد ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر وہاں بھی شور ہو تو معلوم ہوگا کہ اصل نقص پروگرام میں ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عورتوں کے جلسہ کا پروگرام نہایت ہی بے توجہی سے بنایا جاتا ہے۔ نہایت بے پروائی سے بنایا جاتا ہے۔ اس میں کسی مصلحت کو مدنظر نہیں رکھا جاتا اور نہ کسی اصل کو مدنظر رکھ کر بنایا جاتا ہے اور میرے نزدیک اس کی بہت بڑی ذمہ داری ناظر صاحب دعوت وتبلیغ پر ہے۔ اگر وہ اس ذمہ داری کو سمجھیں تو آدھے نقص فوراً دور ہو سکتے ہیں۔ پھر تقریر کرنے والی عورتوں کی آوازیں بھی اتنی اونچی نہیں ہوتیں کہ سب عورتیں بخوبی سن سکیں۔ ایک سیدہ فضیلت بیگم صاحبہ پریذیڈنٹ لجنہ اماء اللہ سیالکوٹ ہیں۔ وہ نہایت اخلاص اور استقلال سے کام کرنے والی خاتون ہیں۔ ان میں تنظیم کا مادہ بھی پایا جاتا ہے چونکہ ان کی آواز اونچی ہے، اس لئے زنانہ جلسہ گاہ میں جب شور زیادہ ہو تو وہ تقریر کرنے کھڑی ہو جاتی ہیں اور فوراً شور بند ہو جاتا ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ عورتوں میں شور اس لئے ہوتا ہے کہ ان تک آواز نہیں پہنچتی۔ اس لئے آئندہ زنانہ جلسہ گاہ کے افسر تقریر کرنے والی لڑکیوں کی آوازوں کو بلند کرنے کی کوشش

کریں۔ میں متواتر دس بارہ سال سے کہتا چلا آ رہا ہوں کہ لڑکوں اور لڑکیوں کی آوازیں اونچی ہونی چاہئیں اور اگر وہ کوشش کریں تو ان کی آوازیں اونچی ہوسکتی ہیں۔فوجوں میں اونچی آواز کرنے کی مشق کرائی جاتی ہے۔ پچاس گز سے شروع کر کے کئی گز تک لے جاتے اور بلند آواز سے بولنا سکھاتے ہیں۔سکھوں کو دیکھ لو وہ ست سری اکال کا نعرہ لگانے کے چونکہ عرصہ سے عادی ہیں اس لئے ان کا سَو ڈیڑھ سَو آدمی بھی جب ست سری اکال کا نعرہ لگاتا ہے تو ہمارے جلسہ سالانہ کے ہزاروں احمدیوں کے نعرہ تکبیر سے ان کا نعرہ بلند ہوتا ہے۔ حدیثوں سے نعرہ تکبیر کا پتہ ملتا ہے۔ چنانچہ احزاب کے موقع پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نعرہ لگایا اور باقی صحابہ نے بھی نعرہ تکبیر بلند کیا۔[۳] بہرحال نعرہ تکبیر کا احادیث سے نشان ملتا ہے اور یہ نعرہ لگانے میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ اسے جائز حدود کے اندر رکھا جائے۔ پھر عیدوں کے متعلق بھی آتا ہے کہ اس موقع پر ایک دوسرے کو دیکھ کر صحابہ بلند آواز سے تکبیر و تسبیح کہتے۔[۴] پس نعرہ تکبیر جائز ہے لیکن ہمارے ہاں جو نعرے لگائے جاتے ہیں انہیں سن کر طبیعت میں ایک انقباض پیدا ہو جاتا ہے کیونکہ ہمارا نعرہ تکبیر ہمارے جسموں کی کمزوری اور ہمارے دماغوں کی کمزوری پر دلالت کرتا ہے اور بعض لوگ تو جب نعرہ لگاتے ہیں یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ رو پڑے ہیں۔ اِس وقت جو یہاں نعرہ لگایا گیا ہے چونکہ اس کے لگانے میں زیادہ تر طالبعلم شامل ہیں، اس لئے اس کی آواز بھی اونچی تھی لیکن اگر آواز اور زیادہ اونچی کرنے کی کوشش کی جائے تو اپنی تعداد کی نسبت سے کئی گُنے زیادہ نعرہ کی آواز بلند پیدا کی جاسکتی ہے۔

پس آوازیں اونچی کی جاسکتی ہیں اگر آوازوں کے اونچا کرنے کی طرف توجہ کی جائے۔ میں نے ہمیشہ مدرسوں کے افسروں کو اس طرف توجہ دلائی ہے اور اب پھر توجہ دلاتا ہوں۔ زنانہ مدرسہ کے جو افسر ہیں انہیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ لڑکیوں کی آوازوں کو بلند کرنے کی کوشش کریں۔ ہماری لڑکیوں کی آوازیں بہت دھیمی ہوتی ہیں۔جس کی وجہ سے عورتیں ان کی تقریر کو نہیں سن سکتیں اور اس وجہ سے شور پڑ جاتا ہے اور یا پھر اس کے ازالہ کا یہ طریق ہے کہ آلہ نشر الصوت لگا دیا جائے۔اس سے ان لڑکیوں کی آوازیں بھی تمام عورتوں تک پہنچ جائیں گی جو بہت دھیمی بولتی ہیں۔لیکن مقدم بات یہ ہے کہ عورتوں کا پروگرام کسی معقول اصل پر ہونا چاہئے۔لڑکیوں کو وقت اتنا دیا جائے جتنا وہ بولنا چاہتی ہوں۔اور اُن لڑکیوں کو وقت دیا جائے جو بول سکتی ہوں۔ پھر لڑکیوں اور عورتوں کی آوازیں اونچی کرنے کی طرف توجہ کی جائے۔

لجنہ اماء اللہ بھی اس سلسلہ میں کام کر سکتی ہے اور میں اسے توجہ دلاتا ہوں کہ وہ یہ کام کرے۔ اسی طرح مدرسوں کے افسر طالب علموں کی آواز کو اونچا کرنے کی کوشش کریں یا پھر دوسرا طریق یہ ہے کہ آلہ نشر الصوت لگا دیا جائے۔ لیکن میرے نزدیک آلہ نشر الصوت چونکہ ہر جگہ نہیں لے جایا جا سکتا اس لئے آوازیں اونچی کرنا بہر حال ضروری ہے اور بالکل ممکن ہے اگر اس طرف توجہ کی جائے تو آلہ نشر الصوت لگانے کی ضرورت ہی نہ پیش آئے۔

دعوت و تبلیغ کے ناظر صاحب نے اس بات پر بہت خوشنودی کا اظہار کیا ہے کہ نیشنل لیگ کی والنٹیرز کور نے جلسہ سالانہ کے ایام میں بہت اچھا کام کیا میں انہیں توجہ دلاتا ہوں کہ اگر کور نے اچھا کام کیا ہے اور واقعہ میں اچھا کام کیا ہے تو بہت سے مبلغ جو آج کل یہاں فارغ بیٹھے ہیں، انہیں کور کے افسروں کے ماتحت رکھ دیا جائے اور ان کی ٹریننگ کی جائے تا کہ باہر جا کر وہ مختلف مقامات کی کوروں کی نگرانی کر سکیں۔ مبلغ سرکاری ملازم نہیں کہ وہ نیشنل لیگ کی کور میں شامل نہ ہو سکتے ہوں اور اگر وہ شامل نہ ہوں تو اس کے صرف یہ معنی ہونگے کہ وہ قومی کاموں میں دلچسپی نہیں لیتے۔ اگر مبلغ خود بخود کور میں شامل نہ ہوں تو انہیں بچہ سمجھ کر تھوڑا سا ان پر جبر کر لیا جائے اور انہیں ٹریننگ دینے کیلئے کور میں شامل کیا جائے۔ کور کے افسروں کا فرض ہے کہ وہ با قاعدہ انہیں کام سکھلائیں یہاں تک کہ ان میں یہ رُوح پیدا ہو جائے کہ وہ استقلال، پھرتی اور جلدی سے کام کر سکیں اور باہر کی کوروں کی نگرانی کر سکیں۔

رپورٹ میں جلسہ سالانہ کی کارروائی کی اشاعت کے کام کی بھی کچھ تفصیل بیان کی گئی ہے میں چونکہ اخبارات کا مطالعہ کرتا رہتا ہوں، اس لئے جہاں تک مجھے معلوم ہے صرف ''سٹیٹسمین'' نے ہمارے جلسہ کی کارروائی کا ذکر کیا ہے اس کے علاوہ اور کسی اخبار نے ذکر نہیں کیا۔ پس میں نہیں سمجھ سکتا اس سلسلہ میں کونسا خاص کارنامہ سرانجام دیا گیا ہے اس کے مقابلہ میں غیر مبائعین کے جلسہ کی رپورٹیں اخبارات میں ہمیشہ شائع ہوتی رہتی ہیں۔ مثل مشہور ہے۔ ''ڈھائی بُوٹیاں تے فتو باغبان'' وہی حالت ان کی ہے۔ مگر ان کے جلسہ کے حالات تو اخبارات میں چھپتے رہتے ہیں لیکن ہمارے جلسہ کی کارروائی جس میں اتنی کثیر تعداد میں لوگ شامل ہوتے ہیں، سوائے ''سٹیٹسمین'' کے اور کسی اخبار میں شائع نہیں ہوئی اور جہاں تک میں نے دیکھا ہے اس میں بھی صرف پروگرام چھپا ہے، جلسہ کی کارروائی نہیں چھپی۔ اور اگر کچھ کارروائی شائع بھی ہوئی ہو تو وہ ہمارے منتظمین کی طرف منسوب نہیں ہو سکتی کیونکہ ''سٹیٹسمین''

نے خود اپنا نمائندہ جلسہ سالانہ کی کارروائی معلوم کرنے کیلئے مقرر کیا تھا۔ بہر حال وہ کام اگر کچھ ہوا بھی ہو تو منتظمینِ جلسہ یا نظارت دعوۃ و تبلیغ کی طرف منسوب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ ''سٹیٹسمین'' نے خود اپنے پنجاب کے نمائندہ کو لکھ کر قادیان میں اپنی طرف سے نمائندہ مقرر کرایا تھا۔ پس اس کے کام سے ہمارے منتظم فائدہ نہیں اُٹھا سکتے اور نہ اسے اپنی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔

اس امر کی طرف بھی میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ کے متعلق رپورٹیں مجھے بہت بے قاعدہ ملیں۔ ایک دن تو ایک بجے رات تک میں بیٹھا رہا اور رپورٹوں کا انتظار کرتا رہا۔ دوسرے دن رپورٹ طلب کی گئی تو معلوم ہوا کہ دفتر بند ہو چکے ہیں اور کارکن چھٹی کر گئے ہیں۔ میں نے کہا انہیں جگاؤ اور ان سے رپورٹ مانگو۔ چنانچہ انہیں جگایا گیا اور ان سے رپورٹ لی گئی۔ میں امید کرتا ہوں آئندہ کارکن زیادہ ہوشیاری کے ساتھ مجھے رپورٹیں بھجوائیں گے۔ یہ رپورٹ ایسی ضروری چیز ہے کہ میں اسی سے باقی کاموں کا اندازہ کر سکتا ہوں۔ لیکن اگر مجھے یہ معلوم ہو کہ مجھ تک رپورٹ پہنچانے میں بھی سُستی سے کام لیا گیا ہے تو میرا حق ہے کہ میں یہ خیال کروں باقی کاموں میں کارکنوں نے بہت زیادہ سُستی دکھائی ہے۔

گورداسپور کی جماعت کے متعلق شکوہ کیا گیا ہے کہ اس کی تعداد کے مطابق جگہ اور آدمی مقرر نہیں کئے جاتے میرا اکیس سالہ تجربہ یہ ہے کہ گورداسپور کی جماعتوں کو جو شکایتیں پیدا ہوتی ہیں، اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم فرض کر لیتے ہیں کہ گورداسپور کے ضلع کی جماعتوں سے بھینی اور ننگل کی جماعتیں مراد ہیں اور یہ خیال نہیں آتا کہ ان جماعتوں میں سے بھی کئی جماعتیں پندرہ پندرہ بیس بیس میل کے فاصلہ پر رہتی ہیں اور ان کو بھی قادیان آنے کا اتنا ہی کم موقع ملتا ہے جتنا امرتسر اور لاہور کی جماعتوں کو۔ بلکہ امرتسر اور لاہور کی بعض جماعتیں گورداسپور کی بعض جماعتوں سے زیادہ قریب ہیں۔ مگر فرض کر لیا جاتا ہے کہ ضلع گورداسپور کی جماعتیں چونکہ ہمارے قریب ہیں اس لئے ان کا یہاں آنا کوئی ایسی چیز نہیں جسکی وجہ سے ہمیں خاص اہتمام کی ضرورت ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض جماعتیں سُست ہو جاتیں اور احمدیت سے ان کا تعلق کمزور ہو جاتا ہے۔ چنانچہ موضع شکار میں سینکڑوں کی جماعت تھی ایک دفعہ میں نے فوج میں داخل ہونے کی تحریک کی تو اس جماعت نے ستر رنگروٹ دیئے جو جماعت ستّر رنگروٹ دے سکتی ہے اس کے متعلق اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ کتنی بڑی جماعت ہوگی۔ میرا اندازہ ہے کہ وہ جماعت چھ سات سَو سے کم نہ تھی لیکن اب وہ جماعت بالکل مُردہ ہے اور صرف تیس چالیس

ایسے آدمی ہیں جو حقیقی معنوں میں احمدی کہلا سکتے ہیں۔ باقی یا تو مرتد ہو گئے یا آہستہ آہستہ احمدیت کی تعلیم ان کے دلوں سے نکل گئی۔ یہ نتیجہ اسی بات کا تھا کہ ان کو اپنے ساتھ ملانے کی کوشش نہ کی گئی جس کی وجہ سے ہوتے ہوتے ان میں اس قدر بددلی پیدا ہوگئی کہ وہ احمدیت سے دُور چلے گئے۔

اب ضلع گورداسپور کے احمدیوں کی ہم نے مردم شماری کرائی ہے اور گو وہ مکمل مردم شماری نہیں بلکہ اس میں بعض نقائص رہ گئے ہیں لیکن اس مردم شماری کی رُو سے ضلع گورداسپور میں پندرہ ہزار احمدی ہیں۔ گورنمنٹ کی مردم شماری کی رُو سے سات ہزار احمدی ہیں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ ضلع گورداسپور کے احمدی بیس پچیس ہزار سے کسی طرح کم نہیں بشرطیکہ صحیح طریق پر مردم شماری کی جائے اور اگر ضلع گورداسپور میں پندرہ بیس ہزار احمدی ہوں اور ہم ان میں صحیح رُوح پیدا کریں تو میرے نزدیک بوجہ قریب ہونے کے ان میں سے پانچ چھ ہزار مہمانوں کی آمد کا ہمیں اندازہ رکھنا چاہئے۔ اگر وہ اس تعداد سے کم آتے ہیں تو یہ یا تو ان کی سُستی کا نتیجہ ہوگا یا اس بات کا ثبوت کہ ہم ان جماعتوں کی طرف توجہ نہیں کرتے۔

میرے نزدیک ضلع گورداسپور کی جماعتیں نہایت ہی اہم ہیں۔ اور اگر ہم ان کو مضبوط کریں اور ان جماعتوں کو بڑھانے کی کوشش کریں تو علاوہ مذہبی فوقیت کے ہمیں سیاسی اور اقتصادی فوقیت بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ اور ہماری آواز اتنی طاقت پکڑ لیتی ہے کہ حکومت اور ملک اس آواز کو کسی طرح نظر انداز نہیں کر سکتے۔ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے تعداد میں بہت زیادہ ہے مگر چونکہ وہ پھیلی ہوئی ہے اس لئے اس کی آواز کی طرف توجہ نہیں کی جاتی۔ اگر (ایک ضلع تو الگ رہا) ہم ایک تحصیل میں بھی اکثریت حاصل کر لیں تو ہمارے متعلق سب کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ان کے ساتھ سلوک بے پروائی سے نہیں کیا جا سکتا۔ پس میرے نزدیک ضلع گورداسپور کی جماعتیں خاص توجہ چاہتی ہیں۔ اگر جلسہ سالانہ کے موقع پر ان کا خاص طور پر خیال رکھا جائے تو جہاں تبلیغ میں سہولت ہوسکتی ہے وہاں امید ہے آئندہ اچھا سلوک ہونے کے نتیجہ میں وہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں جلسہ سالانہ میں شریک ہوں۔

مکانات کی دقّت کے متعلق قاضی صاحب (قاضی محمد عبداللہ صاحب نائب ناظم بیرون قصبہ) نے جو تجویز پیش کی ہے' میرے نزدیک اس پر غور کر لینا مفید ہوگا۔ دراصل بہت سے لوگ سمجھ لیتے ہیں کہ جلسہ سالانہ کے منتظمین کے پاس مکانات کافی ہوں گے اور ہمیں اپنے

مکان دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر جبر تو نہ ہو لیکن نیم جبری طریق ہو جس میں لوگوں کو محسوس نہ ہو کہ جبر ہو رہا ہے اور محلّہ والوں میں سے ہر ایک سے کہا جائے کہ اپنے مکانات کا کچھ حصہ دو اور ان کے پیچھے پڑ کر اور اصرار کر کے مکانات لئے جائیں تو میں سمجھتا ہوں، مکانات کافی تعداد میں مل سکتے ہیں۔ اس طرح یہ بھی فائدہ ہوگا کہ اخلاص کی روح جماعت میں قائم رہے گی۔ ورنہ آہستہ آہستہ یہ روح مر جاتی ہے۔ بیرون قصبہ کے انتظامِ خوراک میں جو دقّت پیش آتی ہے اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ باہر کے محلے نہایت وسیع ہو گئے ہیں۔ بلکہ اندر کا حصہ اتنا وسیع نہیں جتنا باہر کا حصہ وسیع ہے، لیکن انتظامات کو وسیع نہیں کیا گیا۔ میرے نزدیک آئندہ اس کے نظام میں تبدیلی ہونی چاہئے اور کارکنوں کی مجلس جو انتظامات جلسہ سالانہ کے متعلق غور کیا کرتی ہے، اسے اس امر پر بھی غور کرنا چاہئے۔ میرے نزدیک اگر دارالرحمت اور دارالعلوم کو الگ اور دارالفضل اور دارالبرکات کو الگ کر دیا جائے۔ اور دارالفضل کے مشرقی یا دارالبرکات کے مغربی حصہ میں نیا باورچی خانہ بنا دیا جائے تو بہت کچھ سہولت ہو سکتی ہے۔ اس طرح امید ہے کہ ایک طرف دارالرحمت اور دارالعلوم کا انتظام عمدگی سے ہو سکے گا اور دوسری طرف دارالفضل اور دارالبرکات کا انتظام اچھا ہو جائے گا۔ ممکن ہے اس میں بعض دقّتیں بھی پیش آئیں۔ چنانچہ ہو سکتا ہے نیا انتظام کرنے میں تجربہ کار کارکن میسر نہ آئیں لیکن یہ کوئی ایسی روک نہیں جس سے یہ کام نہ ہو سکے۔ تجربہ کار کارکن دوسرے محلوں سے بھی دیئے جا سکتے ہیں اور پھر محلّہ والے ایک دو سال کی مشق کے بعد اتنا تجربہ حاصل کر لیں گے کہ اپنے انتظام کو وہ خود چلا لیں گے۔ میرا اپنا تجربہ یہ ہے کہ ہمارے آدمیوں کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے کام کرنے کی اتنی مشق ہو گئی ہے کہ پہلے جن کاموں میں وہ گھبراہٹ محسوس کیا کرتے تھے، اب ان کاموں کے کرنے سے نہیں گھبراتے۔ اسی طرح محلوں کا الگ الگ انتظام ہونے کی وجہ سے ممکن ہے ابتداء میں کچھ نقائص واقعہ ہوں، لیکن تجربہ ہو جانے کی وجہ سے یہ کام سہولت سے ہونے لگے گا۔ منتظمین جلسہ سالانہ کو اگر مکانوں کے حصول میں دقّت ہو تو انہیں چاہئے کہ مختلف مقامات پر زمین خرید لیں اور وہاں بیرکس تیار کریں۔ یہ عمارتیں نہایت سَستی بنائی جا سکتی ہیں۔ گورنمنٹ ہمیشہ فوجیوں کیلئے بیرکس بنایا کرتی ہے۔ اگر دارالرحمت اور دارالفضل میں اس قسم کی بیرکس بنا دی جائیں تو گو ہر سال ان پر کچھ نہ کچھ خرچ کرنا پڑے گا۔ مثلاً ممکن ہے دو ہزار روپیہ سالانہ خرچ ہو جائے۔ لیکن میں سمجھتا ہوں، اس طرح خرچ میں بہت کچھ کمی ہو سکتی ہے۔ وہ مہمان جو

گھروں میں ٹھہرتے ہیں، ان کیلئے بھی کام کرنے والے آدمیوں کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ لیکن اگر بیرکس بنا دی جائیں تو تھوڑے سے آدمی ایک جگہ سب مہمانوں کو کھلا پلا سکتے ہیں۔ میرا مدت سے خیال ہے کہ ہمیں جلسہ سالانہ کیلئے بیرکس بنانی چاہئیں۔ اس صورت میں کام کا بوجھ بھی کم ہو جائے گا اور اخراجات میں بھی ضرور تخفیف ہو جائے گی۔

نانبائیوں کے متعلق اور پانی کی دقّت کے متعلق یہ بہتر تجویز ہوگی کہ جلسہ سالانہ سے چار پانچ مہینے پہلے اعلان کر کے باہر سے احمدی نانبائی اور سقّے بُلوا لئے جائیں اور اگر کوشش کی جائے تو میں سمجھتا ہوں ہمیں اپنی جماعت سے ہی اتنے نانبائی مل سکتے ہیں جو کام چلانے کیلئے کافی ہوں اور جب اپنے آدمی مل سکتے ہوں تو کوئی وجہ نہیں انہیں فائدہ سے محروم رکھا جائے۔ میرے نزدیک اگر اچھی طرح کوشش کی جائے تو ہمیں اتنے نانبائی مل سکتے ہیں کہ ان میں سے نصف تو جلسہ سالانہ کا کام کریں اور نصف تقریریں سن لیں۔ اور پھر دوسرے وقت میں تقریریں سننے والے کام پر لگ جائیں اور دوسرے تقریریں سن لیں۔ اس طرح آدھے وقت میں ایک پارٹی اور آدھے وقت میں دوسری پارٹی تقریریں سن سکتی ہے۔ صرف جلسہ سالانہ کے موقع پر نانبائیوں کا آنا اور پھر جلسہ میں ان کا شامل نہ ہوسکنا ایسا بوجھ ہے جسے طبائع برداشت نہیں کرسکتیں۔ اور اگر احمدی نانبائی کم ہوں اور وہ اپنے ساتھ غیر احمدی رشتہ داروں کو لے آئیں اور اس کی انہیں تحریک کی جائے تو ممکن ہے ضرورت سے بہت زیادہ نانبائی ہمیں میسر آجائیں۔ اس صورت میں یہ انتظام ہوسکتا ہے کہ ایک پارٹی ایک وقت کام کرے اور دوسری پارٹی دوسرے وقت اور فارغ اوقات میں وہ جلسہ سالانہ کی تقریریں سن لیں۔ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے شوق کی وجہ سے احمدی نانبائی آنریری طور پر بھی کام کر سکتے ہیں۔ اور اگر ہم اس طریق کو اختیار کر لیں تو کوئی تعجب نہیں کہ دو چار سال میں ہی ہمارا کام مفت ہونے لگے۔ یا اتنی قلیل رقم خرچ ہو جس کا برداشت کرنا بوجھ نہ ہو پھر تبلیغ کا بھی یہ ایک ذریعہ ہے۔ اگر وہ اپنے غیر احمدی رشتہ داروں کو اپنے ساتھ لائیں اور آدھا وقت کام کرنے کے بعد جلسہ سالانہ میں شامل ہو جائیں تو آدھے کام کی انہیں اُجرت بھی مل جائے گی اور جلسہ سالانہ میں شامل ہونے سے ممکن ہے انہیں احمدیت میں داخل ہونے کی بھی توفیق مل جائے۔ اسی طرح سقّوں کا انتظام بھی کیا جاسکتا ہے۔

ان باتوں کے بعد میں ان تمام دوستوں کا جنہوں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر خدمت کی

شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمت کو قبول فرمائے۔ میرا احساس یہ ہے کہ ہمارے دوستوں میں اب شور کم اور کام زیادہ ہوتا ہے۔ پہلے ملاقاتوں سے زیادہ بوجھ مجھ پر یہ ہوتا تھا کہ میرے پاس مختلف شکایتیں آتیں اور مجھے ان پر توجہ کرنی پڑتی لیکن اب شکایتوں کا سلسلہ بہت کم ہے۔ ممکن ہے بعض اس فن کے بھی ماہر ہوں کہ شکایتیں کم پہنچنے دیں لیکن میرا ذہنی بوجھ اس طرف سے بہت کم ہو گیا ہے جس سے میں اندازہ لگاتا ہوں اور میرا اندازہ صحیح ہے کہ ہمارے دوستوں کو کام کرنے کی آہستہ آہستہ مشق ہو گئی ہے اور مشق ہو جانے کی وجہ سے وہ گھبراتے نہیں اور نہ گھبرانے کی وجہ سے شور نہیں کرتے اور شور نہ ہونے کی وجہ سے بے چینی کا ماحول پیدا نہیں ہوتا۔ بے شک زیادہ کام کرنے میں وہ اب بھی باہر کے لوگوں کیلئے نمونہ ہیں لیکن اگر اور زیادہ کاموں میں انہماک پیدا کریں تو میں سمجھتا ہوں لوگوں کیلئے زیادہ اچھا نمونہ بن سکتے ہیں۔ لجنہ اماء اللہ کے متعلق بھی میں نے دیکھا ہے، پہلے اس کے کاموں میں گھبراہٹ ہوتی اور شکایت آتی رہتی کہ کام کرنے والی عورتیں چلی جاتی ہیں لیکن اب سوائے پہلے دن کے کوئی شکایت پیدا نہیں ہوئی اور باقاعدہ کام ہوتا رہا ہے بلکہ بعض باتوں میں لجنہ کا کام مردوں کی نسبت زیادہ سمجھ اور عقل کا ہوتا ہے۔ مثلاً گھر میں پہرہ کے متعلق پہلے مَیں لجنہ کے کام کی حکمت نہیں سمجھا تھا اور میں نے خیال کیا کہ یہ عجیب سی بات ہے کہ ایک مرد کا عورتیں پہرہ دیں۔ لیکن انہوں نے بتایا کہ ہماری اس سے یہ غرض ہے کہ اگر کوئی مرد بُرقعہ پہن کر عورتوں میں آ جائے تو آپ تو اس کا بُرقعہ اُٹھا کر نہیں دیکھ سکتے لیکن ہم عورتیں اس کا پتہ لگا سکتی ہیں۔ تب میں سمجھا کہ انہوں نے جو کچھ کیا ٹھیک کیا ہے۔ مگر ایک بات میں تو مَیں نے ان کا انتظام مردوں سے بھی زیادہ اچھا دیکھا۔ جب میں باہر نکلتا ہوں تو پہرہ دار مجھے اس طرح گھیر لیتے ہیں کہ پتہ نہیں لگتا کہ کوئی آدمی کسی کام کیلئے جا رہا ہے بلکہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ کوئی قیدی ہے جسے عدالت سے جیل خانہ میں لے جایا جا رہا ہے لیکن عورتوں میں مجھے یہ محسوس ہی نہیں ہوا کہ میں کسی پابندی کے نیچے ہوں۔ جو عورتیں پہرہ کیلئے مقرر تھیں وہ ہمیشہ مجھ سے بیس تیس قدم کے فاصلہ پر رہتیں اور ایسی خاموشی سے رہتیں کہ ایک دو دفعہ تو مجھے خیال ہوا کہ شاید ان کا انتظام ٹوٹ گیا لیکن پھر معلوم ہوا کہ ایک عورت دور کھڑی تھی جو پہرہ کا تمام انتظام دیکھ رہی تھی۔ یہ اس خوبی کا انتظام تھا کہ میں سمجھتا ہوں مردوں سے بھی اچھا تھا۔ پھر اس میں کسی قسم کی غفلت نہیں تھی بلکہ ہوشیاری اور بیداری تھی۔ لیکن میں سمجھتا ہوں پھر بھی مردوں میں سے ایک حصہ کا کام بہت اچھا ہو رہا ہے۔

پس میں آپ لوگوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے آپ لوگوں کیلئے دعا کرتا ہوں اور اصل شکر تو خدا تعالیٰ کا ہی ہے کیونکہ جس کسی کو بھی کام کرنے کی توفیق ملی اسی کے فضل اور رحم سے ملی۔ ہمارے جیسے ہی آدمی ہیں جو مسلمان کہلاتے اور خدمت اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن وقت پر وہ کچے دھاگے کی طرح ٹوٹ جاتے ہیں۔

پس یہ محض اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے خدمت کی توفیق دی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اپنے مسلمان ہونے کا ہمارے رسول پر احسان نہ جتلاؤ خدا تعالیٰ کا تم پر احسان ہے کہ اس نے تمہیں مسلمان بنایا۔ پس فرمانبرداری کا مادہ پیدا ہونا بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کیونکہ فرمانبرداری ایسا مادہ ہے جو بظاہر فطرتِ انسانی کے خلاف معلوم ہوتا ہے اور انسان کہتا ہے کہ میں کیوں دوسرے کی اطاعت کروں۔ پس اگر کام فرمانبرداری سے ہوئے ہیں تو یہ بھی خدا تعالیٰ کا ہی احسان ہے اور اگر کام اخوّت کی وجہ سے ہوئے ہیں تو اخوت کا پیدا کرنا بھی خدا تعالیٰ کا ہی احسان ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا** ۔[۵] پس جہاں فرمانبرداری کا ذکر تھا، وہاں بتایا کہ فرمانبرداری کا مادہ تمہارے اندر پیدا کرنا ہمارا احسان ہے اور اگر یہ نہ ہو بلکہ تعاون کا سوال ہو تو فرماتا ہے کہ تعاون بھی ہم ہی پیدا کیا کرتے ہیں اگر ہم پیدا نہ کریں تو دنیا کا کوئی کام نہ ہو۔ یہی وہ چیزیں ہیں جن سے کام ہوا کرتا ہے۔ یا تو تعاون اور اخوّت سے کام ہوا کرتا ہے یا اطاعت سے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں انسانی طاقت سے باہر ہیں صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے پیدا ہوتی ہیں۔ پس سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے اپنے فضل سے ہمیں کام کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اگر اس کا فضل شاملِ حال نہ ہوتا تو ہم کوئی کام نہ کر سکتے۔

آخر میں مَیں کہتا ہوں کہ ہمارا یہ بھی فرض ہے کہ ہم ایک دوسرے کیلئے دعا کریں۔ کام کرنا ہر مومن کا فرض ہے اور جب کوئی مومن دین کا کام کرتا ہے تو درحقیقت وہ دوسرے مومن کے نقطہ نگاہ سے اس پر احسان کرتا ہے اور جب دوسرا کام کرتا ہے تو یہ اپنے نقطہ نگاہ سے اسے اپنے اوپر احسان سمجھتا ہے۔

پس اسلام یہ سکھاتا ہے کہ جب کوئی مومن کام کرے، دوسرے یہ سمجھیں کہ وہ ہم پر احسان کر رہا ہے اور جب اور کوئی کام کرے تو یہ اپنے لئے اسے احسان سمجھے اور کہے کہ وہ میرا کام تھا جسے میرے بھائی نے سرانجام دیا۔ اسی طرح ہمارا فرض ہے کہ ان بھائیوں کیلئے دعا

کریں جو جلسہ سالانہ پر آئے اور ہمارے ذریعہ سے انہیں کوئی تکلیف پہنچی لیکن انہوں نے پھر بھی ہماری کوتاہیوں سے چشم پوشی کی۔ وہ بھی اس بات کے مستحق ہیں کہ ان کیلئے خاص طور پر دعا کی جائے۔

(الفضل ۲۲ فروری ۱۹۳۶ء)

---

۱؎ جلسہ سالانہ کے خاص انتظامات کے اختتام پر جناب میر محمد اسحٰق صاحب افسر جلسہ سالانہ کے زیر انتظام تمام کارکنان جلسہ کا جو اجتماع ہوا اور جس میں تمام شعبہ جات کے انچارج صاحبان نے اپنے اپنے کام کے متعلق رپورٹ پیش کی، رپورٹیں سُننے کے بعد حضور نے یہ تقریر ارشاد فرمائی۔

۲؎ الفضل ۴ جنوری ۱۹۳۶ء

۳؎ شرح مواھب اللدنیة الجزء الثانی صفحہ ۱۱۰۔ مطبع ازھریہ۔ مصر۔ ۱۳۲۵ھ

۴؎ بخاری کتاب العیدین باب فضل العمل فی ایام التشریق

۵؎ اٰل عمران: ۱۰۴